عورت کی قرآنی تصویر ۔ ٤

ڈاکٹر سید حسن الدین احمد
پیوریا ۔ الینآئے ۔ امریکا

(گذشتہ سے پیوستہ)

بحیثیت بیوی:

قرآن مرد اور عورت دونوں کو باعصمت زندگی گزارنے کی تلقین کرتا ہے ۔ اسکے لیے وہ انسان کو بتاتا ہے کہ اسے باضابطہ شادی کرکےاپنی جنسی خواہشات کی تسکین کرنی چاہیے ۔ لیکن یہ شادی تین طرح کی عورتوں سے نہیں ہو سکتی:

١۔ محرم عورتیں: کون محرم ہیں اور کون غیر محرم انکی تفصیل کا مطالعہ ہم پہلے کرچکے ہیں (دیکھیے النسآء آیات ٢٣۔٢٢ ، النور آیت ٣١ **اورالاحزاب آیت ٥٥**) ۔

٢۔ شادی شدہ عورتیں:

وَالمُحصنَاتُ مِنَ النِّسَآءِ إلاَّ مَا مَلَكَتْ أيْمَانُكُم (النسآء ٤:٢٤)
(اور وہ عورتیں بھی حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں لیکن اس سے مستثنی ہیں جو جنگ میں تمہارے ہاتھہ آئیں)

یعنی وہ عورت جو باقاعدہ قانونی طور پر کسی مرد کی بیوی ہے وہ اب کسی دوسرے مرد سے شادی نہیں کرسکتی جب تک وہ پہلے مرد سے طلاق یا خلع نہ لےلے ۔ قرآن بیوی کو تعدد ازدواج کی اجازت نہیں دیتا ۔ فطری طور پر بھی معاشرے میں ایک عورت کا دو سربراہ یا ذمہ دار نہیں ہو سکتا ۔ عورت نفسیاتی اور جسمانی طور پر مامور اور مغلوب ہوتی ہے ۔ وہ فطری طور پر ایک ہی مرد کے ساتھہ رہنا پسند کرتی ہے ۔ قرآن عورت کو بیک وقت ایک سے زیادہ مردوں کی حکمرانی اور غلبے سے آزادی عطاکرتا ہے ۔

٣ ۔ اور وہ عورتیں جو مشرکہ ہیں یعنی جن کا عقیدہ اللہ کے ساتھہ شرک پر مبنی ہو:

وَلاَ تَنكِحُوا المُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُومِنَّ ۚ (البقرہ ٢: ٢٢١)
(تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرنا جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں)

یہ پابندی اس لیے ہے کہ ایک موحد کے لیے اسکی اپنی اولاد کی پرورش توحید کےعقیدے پر کرنے میں مشکلات نہ پیدا ہوں ورنہ ایک مشرکہ ماں اپنی اولاد کوعقیدے میں مشرک اور عمل میں فاسق بنادے گی ۔ اسی طرح قرآن ایک موحد عورت کو بھی ایک مشرک مرد سے شادی کرنے سے روکتا ہے:

وَلاَ تُنكِحُوا المُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُومِنُوا ۚ (البقرہ ٢: ٢٢١)
(اور اپنی عورتوں کے نکاح مشرک مردوں سے کبھی نہ کرنا جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں)

یہ پابندی اس لیے ہے کہ ایک موحد عورت فطری طور پر مغلوب ، معمول اور کمزور ہونے کی بنا پر ایک مشرک شوہر کی سربراہی میں اپنے عقیدے کی حفاظت میں نہ صرف یہ کہ وہ خود مشکلات سے دوچار ہوگی بلکہ اپنے بچوں کی تربیت بھی توحید پر کرنے میں شوہر کی مخالفت اور ظلم کا سامنا کرے گی ۔ اور اس طرح مشرک بیوی یا مشرک شوہر مومن مرد یا مومن عورت کے لیے عذاب کا باعث بن سکتے ہیں ۔ یہی بات قرآن اس طرح بیان کرتا ہے:

أوْلَـٰئِكَ يَدْعُونَ إلَى النَّارِ ۖ (البقرہ ٢: ٢٢١)
(یہ لوگ (مشرک بیوی اور مشرک شوہر) تمہیں آگ کی طرف بلاتے ہیں)

بالکل انہیں وجوہات کی بنا پر مومن عورت کو کسی بھی کافر کے ساتھہ شادی سے منع کیا گیا ہے:

فَإِن عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَٰتٍ فَلاَ تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۖ لاَهُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلاَ هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ (الممتحنه ۱۰:۶۰)
(پھر جب تمہیں علم ہوجائے کہ وہ عورتیں مومن ہیں تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو ۔ نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں نہ کفار انکے لیے حلال)

اور یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ ہر وہ شخص جو مسلم نہیں ہے کافر ہے ۔ اس طرح اہل کتاب وغیرہ سب کفار میں شمار ہوں گے ۔غیر مسلم مرد آزادانہ اسلام ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی مختلف طریقوں سے توہین اور تضحیک کرتے رہتے ہیں ۔ اس بات کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ۔ عیسائی اور یہودیوں کی دنیا کے لیڈروں کی تقاریر، کتابیں ، اخبارات ، ٹی وی ، ریڈیو اور کارٹون ایسی دشنام طرازی سے بھرے رہتے ہیں ۔ کیا ایسے ہی کسی کافر کی مسلمہ بیوی اپنے شوہر کی ہر وقت کی لعن و طعن کا شکار ہو کر مستقلا" ذہنی کوفت میں مبتلا نہیں رہے گی؟ چنانچہ اس ممانعت نے دراصل ایک مسلم عورت کو ایسی تکالیف و پریشانیوں سے بچایا ہے ۔
ان محرمات ، شادی شدہ عورتوں اور مشرکہ عورتوں کے علاوہ باقی عورتوں سے شادی ہوسکتی ہے:

وَ أُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَالِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيرَ مُسَافِحِينَ ۚ (النسآء ۲۴:۴)
(انکے ماسوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال (مہر) کے ذریعہ سے حاصل کرنا تمہارے لیے حلال کردیا گیا ہے ، بشرطے کہ حصار نکاح میں انکو محفوظ کرو ، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو)

ان باقی عورتوں میں اہل کتاب کی آزاد خاندانی عورتوں بھی شامل ہیں (المآئدہ ۵: ۵) ۔ اس لیے کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتی ہیں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ عورتیں عموما" جارح نہیں ہوتیں اور شوہرکے جذبات کو ٹھیس پہنچانے سے گریز کرتی ہیں ۔
قرآن کے مطابق باندیوں کی بھی شادی کردینی چاہیے تاکہ وہ بھی باعزت زندگی گزاریں جبکہ ان کے مالک ان سے ملکیت کے ضمن میں حاصل حق زوجیت اپنے لیے ختم کردینا چاہیں:

فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَءَاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلاَ مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ ۚ (النسآء ۴: ۲۵)
(انکے سرپرستوں کی اجازت سے انکے ساتھہ نکاح کرلو اور معروف طریقے سے انکے مہرادا کرو تا کہ وہ حصار نکاح میں محفوظ ہوکر رہیں اور آزاد شہوت رانی نہ کرتی پھریں اور نہ چوری چھپے آشنائیاں کریں)

جو لوگ کسی آزاد عورت کو بیوی بنانے کی استطاعت نہیں رکھتے اور گناہ میں ملوث ہوجانے سے ڈرتے ہیں انکو قرآن مشورہ دیتا ہے کہ وہ کسی باندی ہی سے شادی کرلیں:

وَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلاً أَن يَنكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ۚ (النسآء ۴: ۲۵)
(اور جو شخص تم میں سے اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی مسلمان عورت سے نکاح کرسکے اسے چاہیے کہ تمہاری ان لونڈیوں میں سے کسی سے نکاح کرلے جو مسلمان ہوں)

لیکن اگر ایسے لوگ صبر کریں تو یہ انکے لیے زیادہ بہتر ہے:

وَأَن تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَاللهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (النسآء ۴: ۲۵)
(اور اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے ۔ اور اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے)

آیت کے اس آخری حصے سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن لونڈیوں سے شادی کو مناسب قرار نہیں دیتا اس لیے کہ لونڈیوں سے جو اولاد ہوگی اسکا مستقبل تابناک نہیں ہوتا ۔ شادی کرنا ایک سنت ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " تم میں جو استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرے ۔ نکاح میری سنت ہے اور جو اس سے اعراض برتے وہ ہم میں سے نہیں ہے" (سعد بن وقاص رض ۔ بیہقی) ۔

شادی انجام پانے کے لیے دو باتوں کا ہونا ضروری ہے ۔ پہلی بات یہ ہےکہ یہ ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان ایک پختہ معاھدہ یا عقد ہے:

وَكَيفَ تَأخُذُونَهُ وَقَدْ أفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مّيثاقًا غَلِيظًا ○ (النسآء ٤: ٢١)
(آخر تم اسے (مہر) کس طرح لے لوگے جب کہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوچکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں؟)

اور معاشرے میں کسی معاھدے کو قانونی حیثیت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اسکی تصدیق کے لیے کم از کم دو گواہ موجود ہوں ۔ شادی کے لیے دوسری اھم بات مہر کی ادائیگی ہے ۔ قرآن اسکو فریضہ کہتا ہے ۔ یہ بیوی کا اسکے شوہر پر پہلا حق ہے:

فَمَااسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَئَاتُوهُنَّ أجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ (النسآء ٤:٢٤)
(پھر جو ازدراجی زندگی کا لطف تم ان سے اٹھاؤ اس کے بدلے ان کے مہر بطور فرض کے ادا کرو) (مزید دیکھیے النسآء آیت ٤)

قرآن اس فریضے کی کوئی حد مقرر نہیں کرتا ۔ یہ عورت کا حق ہے کہ شادی کے لیے وہ جو مناسب سمجھے طلب کرے ۔ یہ جنسی اختلاط کا معاوضہ نہیں ہے اس لیے کہ اس عمل میں دونوں ہی ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوتے ہیں ۔ یہ ایک ھدیہ ہے جو شوہر اپنی بیوی کو اس لیے دیتا ہے کہ بیوی اسکے ساتھ اپنی زندگی گزارنے کے میثاق پر رضا مند ہوگئی ہے ۔ قرآن پھر شوہر کو یہ مہر واپس لینے سے منع کرتا ہے خواہ مہر میں اسنے بیوی کو سونے کا ڈھیر ہی کیوں نہ دیا ہو:

وَإنْ أرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوجٍ وَءَاتَيتُمْ إحْدَاهُنَّ قِنطارًا فلاَ تَأخُذُو مِنهُ شَيئًا ۚ (النسآء ٤: ٢٠)
(اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ ایک دوسری بیوی لی آنے کا ارادہ ہی کرلو تو خواہ تم نے اسے ڈھیر سا مال ہی کیوں نہ دیا ہو اس میں سے کچھ واپس نہ لینا)

قرآن اسکی اجازت دیتا ہے کہ بعد میں باھم رضامندی سے مہر میں کمی و بیشی کی جاسکتی ہے:

وَلاَ جُنَاحَ عَلَيكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن ۢ بَعْدِ الفَرِيضَةِ ۚ (النسآء ٤:٢٤)
(البتہ مہر کی قرارداد ہوجانے کے بعد آپس کی رضامندی سے تمہارے درمیان اگر کرئی سمجھوتہ ہوجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں) (مزید دیکھیےالنسآء آیت ٤)

ھم اس سے پہلے یہ مطالعہ کرچکے ہیں کہ شادی کے دو مقاصد ہیں ۔ ایک یہ کہ میاں اور بیوی دونوں ایک دوسرے سے سکون اور راحت حاصل کریں اور دوسرے یہ کہ اولاد اور در اولاد پیدا کریں ۔ اس طرح کسی بھی معاشرے میں ایک خاندان یا انجمن سوسائٹی وجود میں آتی ہے ۔ اس سوسائٹی یا خاندان کی سربراہی کے فرائض کے لیے اللہ نے مرد کو چنا ہے ۔ اس سوسائٹی کے باقی لوگ اسکے ممبر ہیں ۔ اور قرآن نے سربراہ پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ خاندان کی فلاح و بہبود اور افزائش کے لیے مال کمائے اور خرچ کرے ۔ خاندان کی افزائش کےعمل میں بیوی کا کردار ایک کھیت کا سا ہے:

نِسَآؤُكُمْ حَرثٌ لَّكُمْ فَأتُوا حَرْثَكُمْ أنَّىٰ شِئْتُمْ ۖ وَقَدِّمُوا لِأنفُسِكُمْ ۚ (البقرہ ٢: ٢٢٣)
(تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں ، تمہیں اختیار ہے جس طرح چاہو اپنی کھیتیوں میں جاؤ ۔ مگر اپنے مستقبل کی فکر کرو) (مزید دیکھیے البقرہ ١٨٧ اور الاعراف ١٨٩)

اس طرح جو اولاد حاصل ہوتی ہے اسکی توحید پراچھی تربیت کرکے اللہ کا شکر ادا کرنے کی ذمہ داری شوھر اور بیوی دونوں ہی پر عائد ہوتی ہے:

فَلَمّآ أثْقَلَت دَّعَوَا اللهُ رَبَّهُمَا لَئِنْ ءَاتَيتَنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ○

فَلَمَّآ ءَاتَٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُۥ شُرَكَآءَ فِيمَآ ءَاتَٰهُمَا ۚ (الاعراف ۷: ۱۸۹ -۱۹۰)
(جب وہ (بیوی) بوجھل (حاملہ) ہوگئی تو دونوں (میاں اور بیوی) نے مل کر اللہ اپنے رب سے دعا کی کہ اگر تو نے ہم کو اچھا سا بچہ دیا تو ہم تیرے شکرگزار ہوں گے ۔ مگر جب اللہ نے انکو ایک صحیح و سالم بچہ دیدیا تو وہ اسکی بخشش و عنایت میں دوسروں کو اسکا شریک ٹھہرانے لگے)

بیوی کا ایک حق یہ ہے کہ شوہر اسکو ایک معیاری زندگی گزارنے کی تمام ضروریات مہیا کرے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ (النسآء ٤:١٩)
(انکے ساتھہ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو)

ان ضروریات میں کھانا ، لباس ، مکان ، صحت ، زیب وزینت اور تفریح وغیرہ جیسی اشیاء شامل ہیں ۔اسکی تائید میں ایک حدیث کے الفاظ کچھہ اس طرح ہیں "وہ کھلاؤ اور پہناؤ جو تم کھاتے اور پہنتے ہو" (حکیم بن معاویہ ۔ ابوداود) ۔
کوئی انسان کسی کمزوری یا عیب سے خالی نہیں ہے ۔ یہ عین ممکن ہے کہ شوہر کو اپنی بیوی کی کوئی بات ناپسند ہو اور بیوی اسکو دور نہ کرپائے تو شوہر کو یہ سوچکر کہ ممکن ہے اللہ نے اس کمزوری میں اسکے لیے کوئی بھلائی رکھی ہو بیوی کی ناپسندیدہ بات کونظرانداز کرنا چاہیے:

فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَ يَجْعَلَ اللهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ○ (النسآء ٤:١٩)
(اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اسی میں بہت کچھہ بھلائی رکھدی ہو)

ایک حدیث بھی ھمیں اسی طرح کی تعلیم دیتی ہے "کوئی مومن کسی مومنہ سے نفرت نہیں کرتا ۔ اسکی کوئی بات ناپسند ھوتی ہے تو کوئی دوسری پسند ہوتی ہے" (ابوھریرہ ۔ مسلم) ۔
قرآن جہاں ایک طرف بیوی کو یہ حقوق دیتا ہے وہیں دوسری طرف اسپر کچھہ فرائض اور ذمے داریاں بھی عائد کرتا ہے:

فَالصَّالِحَتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللهُ ۚ (النسآء ٤: ٣٤)
(پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت و نگرانی میں انکے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں)

ایک نیک خصلت بیوی (بحیثیت سوسائٹی کے ایک ممبر کے) کی پہلی ذمے داری یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر (سوسائٹی کے سربراہ) کی اطاعت شعار ہو ۔ دوسری ذمے داری یہ ہے کہ شوہر کی غیر موجودگی میں ہر اس چیز کی حفاظت کرے جو اللہ نے اسکی حفاظت میں دیا ہے ۔ وہ کیا چیزیں ہوسکتی ہیں؟ یہ چیزیں اسکی اپنی عصمت ، شوہر کی عزت ، شوہر کے بچے ، شوہر کا مال وجائداد اور شوہر کا راز (دیکھیے التحریم ٣) ہیں ۔ اللہ ایک دوسرے انداز سے بھی اس کی طرف اشارہ کرتا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ أَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ (البقرہ ٢: ١٨٧)
(وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم انکے لیے لباس ہو)

جس طرح لباس جسم کی حفاظت کرتا ہے ، جسم کے نقائص چھپاتا ہے اور عزت ووقار کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح کا تعلق اللہ نے میاں اور بیوی کے درمیان پیدا کیا ہے ۔ ایک حدیث ان باتوں کی اس طرح تشریح کرتی ہے "شوہر بیوی کو دیکھے تو خوش ہوجائے ۔ شوہر کوئی بات کہے تو بیوی اسکو پورا کرے ۔ اور اسکی عزت و مال کی حفاظت کرے" (ابوھریرہ ۔ نسائی) ۔ ایک اور حدیث شوہر اور بیوی دونوں کی ذمے داریوں کی وضاحت اس طرح کرتی ہے " تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور اپنی زیر نگرانی اشیاء کے لیے جوابدہ ہے ۔ امیر اپنی رعیت کا نگراں ہے اور اسکے لیے جوابدہ ہے ۔ مرد اپنے گھروالوں کا نگراں ہے اور

اسکے لیے جوابدہ ہے ۔ عورت اپنے شوہر کے گھراوربچوں کی نگراں ہے اور وہ اسکے لیے جوابدہ ہے" (عبداللہ ابن عمر ۔ متفق علیہ) ۔

ہر منظم سوسائٹی ایسے قوانین بناتی ہے جن کے تحت اگر کسی ممبر یا عہدہ دار سے ایسے کام یا کلام سرزد ہورہے ہوں جن سے سوسائٹی کی فلاح و بقا یا سربراہ کی حیثیت اوراختیارات پر کاری زد پڑرہی ہو تو سربراہ ایسے ممبر کے خلاف اصلاحی یا تادیبی اقداما ت اٹھا سکے ۔ ان اقدامات میں تدریجا" نصیحت ، تربیت ، تہدید ، معطلی اور اخراج شامل ہیں ۔ دوسری طرف اگر ممبر خود یہ محسوس کرے کہ اسکے خلاف زیادتی ہورہی ہے یا اسکی حق تلفی ہورہی ہے اور باوجود کوششوں کے سربراہ اپنے رویے کو تبدیل نہیں کرہا ہے تو ممبر اس سوسائٹی سے مستعفی ہونے کا حق استعمال کرسکتا ہے یا کسی تیسرے فریق کے ذریعے کوئی حل تلاش کرسکتا ہے ۔ قرآن بالکل انہی فطری خطوط پر شوہر ، بیوی اور اولاد پر مشتمل خاندان یا سوسائٹی کی تشکیل کرتا ہے ۔ ہم اس سے پہلے یہ دیکھہ چکے ہیں کہ شوہر اور بیوی کے درمیان ازدواجی تعلق دونوں کے درمیان ایک میثاق غلیظ یعنی ایک پختہ معاہدے سے ان شرائط پر وجود میں آتا ہے جو قرآن اور اللہ کے رسول نے مقرر کردیے ہیں ۔ ان نکات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن نے شوہر (سربراہ) کو اپنی بیوی (ممبر) کے "نشوز" پر اسکی اصلاح کی خاطر تدریجا" درج ذیل اقدامات اٹھانے کی اجازت دی ہے :

وَالَّـٰتِى تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ (النسآء ٤: ٣٤)
(اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ ، خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور انہیں مارو)

نشوز دراصل "نشز" سے بنا ہے جسکے معنے اٹھنا ہے ۔ یہاں معنی سر اٹھانا یا شوہر کو پریشان کرنا یا اسکی صریح نافرمانی کرنا ہے ۔ قرآن شوہر کو هدایت دیتا ہے کہ وہ پہلے تو بیوی کو سمجھائے اور نصیحت کرے ۔ اگر اسکے باوجود بیوی اپنے طرز عمل کو تبدیل نہ کرے تو شوہر کو چاہیے کہ بیوی سے ازدواجی تعلقات کو معطل کردے ۔ پھر بھی بیوی اگر اپنی اصلاح نہ کرے تو قرآن کے مطابق ایک تیسرا قدم ضرب لگانے کا ہے ۔ عربی میں ضرب یضرب کے معنے جہاں مارنے کے ہیں وہیں دوسرے معنے چھوڑنے ، علیحدہ کرنے اور دور کرنے کے بھی ہیں ۔ اکثر مفسرین کے مطابق شوہر اپنی بیوی کواسکی خودی کو ٹھیس پہنچانے کی خاطر ہلکی مار مار سکتا ہے لیکن درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر کہ جو لوگ اپنی بیویوں کو مارتے ہیں وہ اچھے لوگ نہیں ہیں (ایاس بن عبداللہ ۔ ابوداود) مسلمانوں کو اس سے منع کردیا ہے ۔ اگر چھوڑنے اور علیحدہ کرنے کے معنے لیے جائیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر یا تو خود بیوی سے علیحدہ کہیں اور رہائش اختیار کرے یا بیوی کو گھر سے باہر کسی اور جگہ بھیجدے ۔ غالبا" ایلا اسی کی عملی تشریح ہے ۔ اگر علیحدگی کا یہ عمل ایلا ہے تو یہ زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک ہوسکتا ہے ۔ چارماہ گزرنے سے پہلے اگر شوہر نے علیحدہ کی ہوئی بیوی سے رجوع نہ کیا تو خودبخود طلاق (یعنی گھر یا سوسائٹی سے مستقلا" اخراج) واقع ہوجائیگی:

لِّلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ (البقرہ ٢: ٢٢٦)
(جو لوگ اپنی عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے)

قرآن اسکو تسلیم کرتا ہے کہ نشوز کا اظہار شوہر کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے ۔ یعنی شوہر بیوی کو پریشان کرے ، اسکے حقوق ادا نہ کرے یا انصاف نہ کرے وغیرہ تو بیوی کو چاہیے کہ اپنے اور بچوں کو مستقبل کی پریشانیوں سے بچانے کی خاطر شوہر کی کمزوریوں یا بعض زیادتیوں کو برداشت کرتے ہوئے ساتھہ رہنے (یعنی گھر کی سوسائٹی میں اپنی ممبرشپ یا رکنیت برقرار رکھنے) کے لیے اسکے ساتھہ معاملات کو صلح وصفائی کے ساتھہ ازسرنو طے کرلے:

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ أَن يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا (النسآء ٤:١٢٨)
(اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بےرخی کا خطرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ میاں اور بیوی آپس میں صلح کرلیں)

اور ہم یہ یکھہ چکے ہیں کہ ایسا مشورہ قرآن نے مردوں کو بھی دیا ہے کہ بیوی کی کمزوریوں کو نظرانداز کریں ۔

یہ عام مشاھدے اور تجربے کی بات ہے کہ گھر کے ٹوٹنے یا اسکی تباہی کے برے اثرات سب سے زیادہ عورتوں اور بچوں پر پڑتے ہیں ۔ شوہر کے نشوز کے سلسلے میں قرآن کے مشورے کی حکمت اس وقت آسانی سے واضح ہوجاتی ہے جب انسان مغربی تہذیب کی ماری ان عورتوں کو دیکھتا ہے جواپنے شوہروں سے معمولی معمولی اختلاف یا مسئلے کی بنا پر طلاق لے کر بچوں کے ساتھہ بغیر شوہر کے (single parent) زندگی گزاررہی ہیں ۔ ایسی عورتیں درحقیقت تین مشکلات کا شکار ہوجاتی ہیں ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ انکو اپنی اور بچوں کی پرورش کے لیے محنت اور ملازمت کرنی پڑتی ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ بچوں کی تربیت کا بار تنہا انپر پڑجاتاہے اور تیسری بات یہ ہے کہ گھر میں انکو جسمانی ، روحانی اور جنسی سکون و آرام پہنچانے والا کوئی نہیں ہوتا ۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مشکلات کا سامنا تو اس مرد کو بھی کرنا پڑتا ہے جو بیوی کو طلاق دیکر علیحدہ کردیتا ہے اور خود اکیلا ہوجاتا ہے ۔ لیکن دونوں صورت حال میں ایک بنیادی فرق ہے ۔ بغیر مرد والا گھر ایک بے سہارا اور بے قوت گھر ہوتا ہے ۔ یہ گھر بہت آسانی سےماحول کے بھیڑیوں اور کتوں کا شکار ہوجاتا ہے ۔ عورت شفقت اور محبت کی بنا پر بچوں کو سختی کے ساتھہ برے اطوار و عادات سے نہیں روک پاتی اور اس طرح بچے کثرت سے جرائم میں مبتلا ہوجاتے ہیں ۔ دوسری طرف عورت کا تن تنہا اپنی عصمت اور عزت کی حفاظت کرنا بہت مشکل ہوجاتا ہے اور بے شمارعورتیں انھیں آسانی سے گنوا بیٹھتی ہیں ۔ یہ باتیں خیالی نہیں ہیں ۔ جو لوگ اخبارات ، ریڈیو ، ٹی وی اور دیگر ذرائع ابلاغ سے استفادہ کرتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جہاں جہاں مغربی تہذیب پوری طرح چھائی ہوئی ہے وھاں گھرآسانی سے ٹوٹ رہے ہیں ۔ زیادہ تر جرائم نوجوان اور بچے کررہے ہیں ۔ اور شادی کے بغیر کثیر تعداد میں بچے پیدا ہورہے ہیں ۔ صرف امریکا ہی میں تقریبا" ہر دس نومولود میں سے چار شادی کے بندھن کے بغیر پیدا ہورہے ہیں ۔ دیکھیے:

[10]. Mike Stobbe, AP Medical Writer, *Yahoo.com*, November 21, 2006

قرآن گھر کی انجمن یا اتحاد کو قائم ودائم دیکھنا چاہتا ہے ۔ گھروں کے ٹوٹنے یا تباہ ہونے سے معاشرہ متاثر ہوتا ہے ۔ چنانچہ قرآن اسکا مشورہ دیتا ہے کہ اگر شوہر یا بیوی اپنے اپنے طور پر کوششوں کے باوجود گھر کو متحد اورخوش رکھنے میں ناکامی محسوس کریں تو گھر کو ٹوٹنے سے بچانے کی خاطر معاشرے کی مدد لیں ۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ایک ایک ایسے حکم مقرر کریں جنپر انکو اعتماد ہو اور پھر ان سے حل چاہیں:

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَ حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَآ إِن يُرِيدَآ إِصْلاَحًا يُوَفِّقِ اللهُ بَيْنَهُمَآ (النسَآء ٤: ٣٥)

(اور اگر تم لوگوں کو کہیں میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑجانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو ، وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صروت نکال دے گا)

ان تمام ذرائع اتحاد و صلح کو آزمانے کے باوجود یہ ممکن ہے کہ دو مختلف طبائع رکھنے والے انسان ایک دوسرے کے ساتھہ نباہ نہ کرسکیں تو قرآن انکو مجبور نہیں کرتا کہ وہ لازما" ایک دوسرے کے ساتھہ تکلیف اور پریشانی کے ساتھہ زندگی گزاریں ۔ قرآن ایسی صورت میں انکو ایک دوسرے سے باعزت طور پر علیحدہ ہونے کے آسان طریقے بتاتا ہے ۔ اسکے لیے قرآن شوہر کو سربراہ ہونے کی حیثیت سے بیوی کو طلاق (یعنی اسکی رکنیت کی تنسیخ) اور بیوی کو شوہر سے خلع یعنی علیحدگی (رکنیت سے استعفی) کا حق دیتا ہے ۔ اب یہ ان دونوں کی ذمہ داری ہے کہ جب انمیں سے کوئی بھی علیحدگی کا حق استعمال کرے تو آپس کے مشورے سےاس طرح کرے کہ اس سے نہ کسی کا کوئی حق مارا جائے اور نہ کسی کی عزت اور وقار کو ٹھیس پہنچے اور یہ آخری حق ہے جو ایک دوسرے کو دیا جاناچاہیے۔ اسلام اسی کی تلقین کرتا ہے ۔ کیا معترضین کے پاس اس سے زیادہ آسان اور باعزت طریقہ ہے؟ کیا وہ چاہتے ہیں کہ شوہر بیوی سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر کسی عدالت میں اپنی بیوی کی وہ خرابیاں اور کمزوریاں بیان کرے جس نے اسے طلاق لینے پر مجبور کیا؟ اس عمل سے نقصان کس کو ہوگا؟ دوسری بات یہ ہے کہ مقدمات تو مہینوں چلتے ہیں اور اس دوران اگر شوہر نزاع کی صورت میں بیوی کا خرچ بند کردے تو کون اسکا خرچ اٹھائے گا؟ ساری بیویاں نہ تو خود کماتی ہیں اور نہ ہی کوئی مہذب اور باشعور معاشرہ ہر عورت

کو ہر حال میں کمانے پر مجبور کرسکتا ہے ۔ حق تو دے سکتا ہے مگر مجبور نہیں کرسکتا ۔ اور اگر مجبور کرے تو یہ مرد کو آزاد اور عورت کو مجبور کرنا ہے ۔ اور اگر عدالت بالفرض محال شوہر کو طلاق دینے سے روک بھی دے تو کیا دنیا کی کوئی عدالت یا معاشرہ کسی شوہر کو ایسی بیوی کے ساتھہ جس میں اسکے لیے کوئی کشش نہ ہو یا جسکے طرز عمل سے نالاں ہو رہنے پر مجبور کرسکتا ہے ؟ یا وہ بیوی جس کو شوہرچھوڑنے پرمصرہو زبردستی اسکے ساتھہ رہ سکتی ہے؟ ایسی قانونی پابندی نفرت اور رنجش سے بھرے دو دلوں کو ملا تو نہیں سکتی البتہ ان دونوں کو غیر قانونی اور غیر اخلاقی راہوں پر ضرور ڈال سکتی ہے ۔ اسی طرح سے اگر کوئی بیوی کسی شوہر کے ساتھہ رہنا نہیں چاہتی تو کیا زبردستی اسکو شوہر کا ظلم و ستم سہنے پر مجبور کیا جائیگا؟ یہ توایسی عورت کو زندہ ہی جہنم میں پھینک دینا ہوا ۔ اگر کچھہ لوگ اپنے حق یا خلع کو غلط طور پراستعمال کرتے ہیں تو کیا یہ حق عمومی طور پر سب ہی سے چھین لینا چاہیے؟ یہ تو چند مجرموں کی وجہ سے پورے معاشرے کو پریشان کرنا ہوا ۔ سب جانتے ہیں کہ گھروں میں چاقو او چھری بوقت ضرورت سبزیاں ، پھل اور گوشت کاٹنے کے لیے رکھے جاتے ہیں ۔ اب اگر کوئی اس سے کسی کو زخمی یا قتل کردیتا ہے (جس کے واقعات کافی ہورہے ہیں) تو کیا لوگوں سے گھروں میں ان اوزار کے رکھنے کا حق چھین لیا جائے؟ امریکا میں تو آتشیں اسلحہ بھی رکھنا بنیادی حق ہے جب کہ اسکا استعمال ہی زخمی کرنا یا جان سے مار دینا ہے ۔

شوہر جس بیوی سے ازدواجی تعلق قائم کرچکا ہے اسکو اگر طلاق دیدے تو مطلقہ بیوی پر فرض ہے کہ وہ کم از کم اپنی تین ماہواری تک دوسری شادی نہ کرے ۔ اس رکے رہنے کی مدت کو عدت کہا جاتا ہے ۔ اسکی ایک حکمت تو یہ ہے کہ اس دوران اگر اسکو حمل ہے تو وہ ظاہر ہوجائے اور وہ اسکو چھپانے کی کوشش نہ کرے:

وَلاَ يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مِا خَلَقَ اللهُ فِيٓ أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللهِ وَالْيَوْمِلأَخِرِ ۚ (البقرہ ۲: ۲۲۸)

(اورانکے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو کچھہ خلق فرمایا ہے اسے چھپائیں اگر وہ اللہ اور روز آخر پرایمان رکھتی ہیں)

حمل کی صورت میں عدت کی مدت بچے کی ولادت تک ہے ۔

عدت کی ایک دوسری حکمت یہ ہے کہ قرآن شوہر کو طلاق کے بعد مطلقہ بیوی سے عدت کے دوران رجوع (یعنی بغیر کسی نئی شرائط و مہر یا نکاح) کا حق دیتا ہے:

وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَالِكَ إِنْ أَرَادُوٓا إِصْلاَحًا ۚ (البقرہ ۲: ۲۲۸)

(اورانکے شوہر تعلقات درست کرلینے پر آمادہ ہوں تو وہ اس عدت کے دوران میں انھیں پھر اپنی زرجیت میں واپس لے لینے کے حقدار ہیں)

یہ گویا شوہرکو موقع دینا ہے کہ اگر وہ محسوس کرے کہ طلاق دے کر اس نے غلطی کی ہے یا مطلقہ بیوی اپنی اصلاح پر آمادہ ہے تو وہ اپنی انجمن یا گھر کو ٹوٹنے سے بچا سکے ۔ فطری بات ہے کہ رجوع کا حق اسی کو ملنا چاہیے جو اسے توڑتا ہے ۔ اور فی ظلال القرآن کی تفسیر کے مطابق قرآن نے مرد کو عورت سے یہی ایک حق زیادہ دیا ہے:

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ (البقرہ ۲: ۲۲۸)

(اور مردوں (شوہروں) کو انپر (بیویوں پر) ایک درجہ حاصل ہے)

جہاں شوہر کو اپنی مطلقہ بیوی سے رجوع کا حق ہے وہیں اس پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ مطلقہ بیوی کی عدت کے دوران کے اخراجات برداشت کرے:

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوفِ ۗ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ○ (البقرہ ۲:۲٤۱)

(اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو انہیں بھی مناسب طور پر کچھہ نہ کچھہ دیکر رخصت کیا جائے ۔ یہ حق ہے متقی لوگوں پر)

عدت کی ایک تیسری حکمت یہ ہے کہ اسمیں شوہر کے لیے تحدید یا وارننگ ہے کہ اگر اس دوران اس نے مطلقہ بیوی سے رجوع نہ کیا تو یہ مدت گزرنے کے بعد مطلقہ بیوی اپنے عمل میں آزاد ہے ۔ اب مطلقہ چاہے تو اپنی پسند کے کسی دوسرے مرد سے شادی کرلے ۔ یا سابقہ شوہر ہی سے پچھلی ہی شرائط و مہر پر شادی کرلے ۔ یا سابقہ شوہر سے نئی شرائط و مہر پر شادی کرے ۔ انمیں سے اسکے کسی بھی عمل پر کسی کو روک و ٹوک کا حق حاصل نہیں:

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ ۗ (البقرہ ۲: ۲۳۲)
(جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو پھر اس میں مانع نہ ہو کہ وہ اپنے زیر تجویز شوہروں سے نکاح کرلیں جبکہ وہ معروف طریقے سے باھم مناکحت پر راضی ہوں)

لیکن قرآن کسی شوہر کو اپنی ایک بیوی کو طلاق دیکر صرف دو مرتبہ ہی اس سے رجوع کرنے کا حق دیتا ہے:

الطَّلَـٰقُ مَرَّتَانِ ۖ (البقرہ ۲: ۲۲۹)
(طلاق دو بار ہے)

اس کے بعد شوہر یا تو مطلقہ بیوی کو حسن سلوک کے ساتھہ بیوی بنائے رکھے اور اگر وہ ایسا نہیں کرسکتا تو بہتر ہے کہ وہ حسن سلوک ہی کے ساتھہ مطلقہ بیوی کو اپنی زوجیت سے الگ کردے:

فَإِمْسَاكُ ۢ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحُ ۢ بِإِحْسَـٰنٍ ۗ (البقرہ ۲: ۲۲۹)
(پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے اسکو رخصت کردیا جائے)

اب اگر شوہر اسی بیوی کو جس سے وہ دو مرتبہ طلاق دیکر رجوع کرچکا ہے تیسری مرتبہ بھی طلاق دیتا ہے تو گویا یہ اس بات کا اظہار ہے کہ اسے بیوی سے کوئی محبت نہیں اور وہ اسکے ساتھہ نباہ نہیں کرسکتا تو اسکو سمجھنا چاہیے کہ بیوی اسکے ھاتھہ کا کھلونہ نہیں ہے کہ جب دل چاھا طلاق دیدی اور جب دل چاہا رجوع کرلیا ۔ آخر بیوی بھی انسان ہے وہ بھی عزت نفس اور جذبات رکھتی ہے ۔ چنانچہ قرآن مطلقہ بیوی کی عزت نفس اور جذبات کا دفاع اس طرح کرتا ہے کہ وہ شوہر پر اس مطلقہ بیوی کو اس وقت تک کے لیے حرام کردیتا ہے جب تک کہ وہ مطلقہ بیوی کسی اور مرد سے شادی کرکے ازدواجی تعلق قائم نہ کرلے اور اسکا دوسرا شوہر خود اپنی مرضی سے اسے طلاق نہ دیدے ۔ اسکے بعد پھر اگر مطلقہ بیوی پہلے شوہر سے شادی کرنا چاہے تو وہ شادی کرسکتے ہیں:

فَإِن طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِنۢ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِن طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ أَن يَتَرَاجَعَآ إِنْ ظَنَّآ أَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ ۚ (البقرہ ۲: ۲۳۰)
(پھر اگر دوبار طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کر تیسری بار طلاق دے دی تو وہ عورت پھر اسکے لیے حلال نہ ہوگی ، بجز اسکے کہ پہلے اسکا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو جائے اور وہ دوسرا شوہر بھی اسے طلاق دیدے ۔ تب اگر پہلا شوہر اور یہ عورت دونوں یہ خیال کریں کہ حدود الہی پر قائم رہیں گے تو انکے لیے ایک دوسرے کی طرف رجوع کرلینے میں کوئی مضائقہ نہیں)

یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر میاں بیوی تین طلاق کے بعد بھی ساتھہ رہنا چاہیں تو یہ پابندی کیوں؟ یہ ھم دیکھہ چکے ہیں کہ قرآن کسی مرد کو کسی عورت کی عزت نفس اور جذبات کو مجروح کرنے کی اجازت نہیں دیتا ۔ اور شوہر کے بار بار طلاق اور رجوع سے عمومی طور پر ہر باشعور عورت کی عزت نفس اور جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے ۔ اور اسکا علم اسکے خالق سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے؟ ھاں یہ ممکن ہے کہ کوئی عورت اپنی عزت اور جذبات کو نظرانداز کرتے ہوئے ہر صورت سے اسی شوہر کے ساتھہ رہنا چاہے تو یہ ایک استثنائی صورت ہوگی ۔ اور دنیا جب کوئی قانون بناتی ہے تووہ عمومی معاملات کے تحت بناتی ہے اور اس قانون کی زد استثنائی صورت پر بھی پڑتی ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب کسی مجرم کو سزا دی جاتی ہے تو اس بات کے علی الرغم دی جاتی ہے کہ اس سے اسکے چاہنے والوں کو تکلیف پہنچے گی ۔

عدت پوری ہونے اور علیحدگی ہوجانے کی صورت میں شوہر نے جو کچھ بھی مطلقہ بیوی کو دیا ہو وہ سب مطلقہ بیوی کا حق ہے ۔ ہم یہ پہلے دیکھ چکے ہیں کہ قرآن اسے واپس لینے سے منع کرتا ہے ۔ اور جو کچھ بیوی کا اپنا ہے وہ تو اسکا ہے ہی ۔ شوہر ان میں سے کچھ لینے کا حق نہیں رکھتا ۔ اور یہ اللہ کی حدود ہیں ۔

اگر شوہر کسی ایسی بیوی کو طلاق دیتا ہے جس سے اسنے ابھی ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا تھا اور نہ ہی مہر کی مقدار مقرر کی تھی تو قرآن یہ حکم دیتا ہے کہ شوہر اپنی حیثیت کے مطابق مطلقہ بیوی کو کچھ دے دلا کر حسن و خوبی کے ساتھ علیحدہ کرے:

لاَّ جُنَاحَ عَلَيْكُم إِن طَلَّقْتُمُ النِسَآءَ مَالَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَو تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى المُوسِعِ قَدَرُهُ وَ عَلَى المُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالمَعْرُوفِ ۖ (البقرہ ۲: ۲۳۶)

(تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اپنی عورتوں کو طلاق دے دو قبل اسکے کہ ہاتھ لگانے کی نوبت آئے یا مہر مقرر ہو ۔ اس صورت میں انہیں کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہیے ۔ خوشحال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق اور غریب آدمی اپنی مقدرت کے مطابق معروف طریقے سے دے)

ایسی مطلقہ بیوی بھی کم از کم آدھے مہر کی حقدار ہے جس سے اسنے ابھی ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا تھا لیکن مہر کی مقدار مقرر کرلیا تھا:

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلاَّ أَن يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَا الَّذِى بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ (البقرہ ۲: ۲۳۷)

(جو مہر تم نے مقرر کیا ہے اسکا نصف دینا ہوگا ۔ یہ اور بات ہے کہ عورت معاف کردے یا جس کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے وہ پورا مہر دیدے)

اب یہ ایک اختیاری بات ہے کہ بیوی پورا مہر معاف کردے یا شوہر پورا مہر دیدے ۔ ایسی مطلقہ بیوی کے لیے عدت کی کوئی پابندی نہیں ہے اس لیے کہ اس نے طلاق سے قبل ازدواجی تعلق قائم ہی نہیں کیا تھا ۔

شوہر اگر طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو اور بیوی اسکے ساتھ رہنے پر آمادہ نہ ہو تو بیوی کو قرآن یہ حق دیتا ہے کہ وہ شوہر سے خلع حاصل کرلے (یعنی سوسائٹی یا گھر کی انجمن سے استعفی دیدے) ۔ خلع لینے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی نے جو پختہ میثاق باندھا تھا وہ اسے یک طرفہ طور پرتوڑ رہی ہے ۔ ایسی صورت میں اگر شوہر اس سے وہ تحائف جو اس نے بیوی کو میثاق کی وجہ سے دیے تھے (مثلا" مہر وغیرہ) واپس طلب کرے تو بیوی کو خلع کے لیے یہ فد یہ دینا ہوگا (یہ اسی طرح ہے کہ اگر سوسائٹی کی اشیاء اسکے تصرف میں تھیں تو وہ انھیں واپس کرے کہ استعفی دینے کے بعد وہ انھیں استعمال کا حق نہیں رکھتی):

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۖ (البقرہ ۲: ۲۲۹)

(اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ دونوں حدود الہی پر قائم نہ رہیں گے تو ان دونوں کے درمیان یہ معاملہ ہوجانے میں کوئی مضائقہ نہی کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کرلے)

خلع لینے کے بعد بیوی کو عدت پوری کرنی ہے ۔ لیکن دوران عدت وہ رجوع کا حق نہیں رکھتی ۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی ممبر مستعفی ہونے کے بعد خود بخود اپنے کو سابقہ انجمن کا ممبرنہیں بنا سکتا ۔

شوہر کے انتقال کی صورت میں بیوہ پورے مہر کی حقدار ہے ۔ بیوہ اپنے شوہر کے ترکے سے بھی حصے کی حقدار ہے ۔ اسکی عدت کی مدت ایک مطلقہ کی عدت کے مقابلے میں زیادہ ہے:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَ يَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَ عَشْرًا ۖ (البقرہ ۲: ۲۳٤)

(تم میں سے جو لوگ مرجائیں ، انکے پیچھے اگر انکی بیویاں زندہ ہوں تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن روکے رکھیں)

اور یہ اس لیے ہے کہ بیوہ شوہر کے انتقال کے غم میں کچھ عرصے مبتلا رہے گی ۔ اسی لیے قرآن اس بات سے منع کرتا ہے کہ اس عدت کے دوران بیوہ سے شادی کی کوئی پختہ بات کی جائے:

وَلاَ تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاح حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ (البقرہ ۲: ۲۳۵)
(اور عقد نکاح باندھنے کا فیصلہ اس وقت تک نہ کرو جب تک کہ عدت پوری نہ ہوجائے)

بیوہ نہ صرف یہ کہ عدت کا زمانہ اپنے متوفی شوہر کے گھر میں گزارنے کا حق رکھتی ہے بلکہ اگر وہ چاہے تو دوسری شادی سے پہلے ایک سال تک ورثاء کے اخراجات پر وہاں رہ سکتی ہے:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَ يَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ (البقرہ ۲: ۲۴۰)
(تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑرہے ہوں انکو چاہیے کہ اپنی بیویوں کے حق میں یہ وصیت کرجائیں کہ ایک سال تک انکو نان و نفقہ دیا جائے اور وہ گھر سے نہ نکالی جائیں)

ان تمام بحثوں میں ہم نے یہ دیکھا ہے کہ قرآن مطلقہ عورت اور بیوہ دونوں کو شادیاں کرنے کی نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ اسکے لیے معاشرے کو تعاون کی تلقین بھی کرتا ہے ۔ (ختم)

ھذا من عندی ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔ الحمد للہ رب العالمین ۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم ۔